کلام عرب کے ذریعے علمِ قراءت کے فہم میں استفادہ

*حافظ فدا حسین

**سعید الرحمٰن

Abstract

There are some basic rules to understand the Holy Qur'an. Knowledge of various Qirraat is an important Usool-e-Tafseer which can also understand with the help of pre Islamic Poetry because the Holy Qur'an was revealed in the language which was in vogue at the time of its revelation. It is almost mandatory to know the standard language, phrases, proverbs, metaphors, similes of the Arabic language for the clear understanding of the Holy Book. It is why in the earlier periods that special attention was given to the study of the ancient petic composition of the Arabs in this regard. So the Arabs' anciet literary endeavors are the much importance with reference to the study of the Qur'an. In the earlier centuries, most of the explainers of the Qur;an pay attention to this aspect and use pre Islamic Poetry in their Tafseers for determination of meanings of Quranic verses and various Qirraat. This article deals with the aforementioned topic illustrating some examples.

علم قراءت ایسا علم ہے جس سے کتاب اللہ کو نقل کرنے والوں کا لغت، اِعراب، حذف، اِثبات، تحریک، اِسکان، فصل اور اتصال وغیرہ میں بولنے کی ہیت اور سننے کے حوالے سے ابدال کا علم ہو سکے۔اس کے ذریعے اہل عرب کی لغت، اعراب، حذف، اثبات، فصل ووصل میں نقل کے حوالے سے اختلاف واتفاق معلوم کیا جا سکتا ہے(1)۔یعنی یہ ایسا علم ہے جس کے ذریعے قرآنی کلمات کو بولنے کا انداز اور ان کے نقل کرنے والے کیلئے ان کے ادا کرنے کا طریقہ پر متفقہ اور مختلف فیہ انداز میں سب کا علم ہوتا ہے۔

قراءات کی دو اقسام ہیں۔1۔صحیح متواتر 2 ۔شاذ

*ڈپٹی کنٹرولر، ثانوی و اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ، ملتان

**چیئرمین، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

صحیح متواتر قراءات وہ قراءات ہے جو عربی کے مطابق ہو چاہے ایک ہی پہلو سے ہو یہ مصاحف عثمانیہ کے مطابق ہوا گرچہ صرف احتمال کی بنیاد پر ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اس کی سند صحیح ،نقل کا انداز واضح ،اس کی روایت متواتر ہو اور آئمہ قراءات سے مثبت انداز میں مروی ہو(2)۔ چنانچہ قراءات جب عربی کے مطابق ہو چاہے نحو اور اعراب کے صرف ایک پہلو سے ہو چاہے وہ پہلو زیادہ فصیح یا صرف فصیح ہی ہو، اس پر اتفاق ہو یا اس میں اختلاف ہو جیسے حمزہ بن حبیب زیّات کوفی کی قراءت ''وَالأرحام'' میں جر کے ساتھ اللہ کے فرمان ﴿وَاتَّقُوْا اللّٰهَ الَّذِي تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَام ﴾(3)

اور عبداللہ بن عامر شامی کی قراءت مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فاصلہ کر کے اللہ تعالی کے فرمان:﴿وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآءُ هُمْ﴾(4)
میں زا اور لام کے ضمہ کے ساتھ ''زُيِّنَ'' اور ''قَتلُ'' اور ''اَوْلادَهُمْ'' میں دال کے فتح کیساتھ اور ''شُرکآءِ هِـــمْ'' میں ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ۔ اور جب قراءات مصاحف عثمانیہ میں سے کسی کے مطابق ہو جیسے عبداللہ بن کثیر مکی کی قراءت میں اللہ تعالی کے فرمان:

﴿جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهارُ﴾ (5) میں ''مِنْ'' کے اضافہ کے ساتھ۔ یہ صرف مکی مُصحف میں موجود ہے۔ اور عبداللہ بن عامر کی قراءت ﴿بِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ﴾(6)

دونوں اسماء میں ''باء' کے اضافے کے ساتھ یہ صرف شامی مُصحف میں ثابت ہے اگرچہ عثمانی مصحف کی یہ مطابقت صرف احتمال کے طور پر ہے۔ جیسا کہ عاصم اور علی بن حمزہ کسائی کی قراءت ﴿مَـــــالِكِ يَـــوْمِ الدِّيْن﴾ (7) میں الف کے ساتھ کیونکہ ''مالکِ'' کا کلمہ تمام مصاحفِ عثمانیہ میں الف کے بغیر لکھا گیا ہے۔ چنانچہ کتاب میں احتمال یہ ہے کہ ''مـــــالک'' الف کے ساتھ ہونا چاہیے جبکہ اسے اختصار کی غرض سے حذف کر دیا گیا ہے۔ ''مٰـلِک'' میں الف کے ساتھ قراءات احتمال کے طور پر عثمانی خط کے مطابق ہے۔ اور جب قراءات کی سند صحیح یعنی اس قراءت کو ایک عادل اور با اعتماد راوی نے اپنے جیسے راوی سے روایت کیا ہو حتی کہ سند رسول اللہ ﷺ تک آئمہ قراءات کے نزدیک اپنے تمام پہلوؤں اور وسعت کے ساتھ پہنچ جائے تو یہ صحیح اور متواتر قراءات ہے اس کا قبول کرنا اور رد کرنا واجب ہے(8)۔ اگرچہ نحویوں کے مقرر کردہ عربی معیارات کے ساتھ مطابقت نہ رکھے۔ کیونکہ قراءات میں سند کا صحیح ہونا ہی سب سے بڑا رکن ہے۔ اس لیے آئمہ قراءات حروفِ قرآن کے سلسلے میں لغت میں سب سے مشہور اور عربی میں سب سے معیاری پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اعتماد صرف اس پر کرتے ہیں جو نقل

اور اثر کے اعتبار سے زیادہ ثابت اور صحیح ہو، چنانچہ انہوں نے نحویوں کی صحیح سند کے ساتھ ثابت شدہ کچھ روایات کی پرواہ نہیں کی جیسے "بارِئکُمْ" میں اور "مَکْرَ السیِّئی" میں ہمزہ پر جزم میں۔ اور "یَتَّقِیْ" میں یاء کا اثبات۔ اللہ تعالی کے فرمان ﴿اِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ﴾ میں وصل کی حالت میں اس کو قبول کرنے میں سب کا اتفاق ہے کیونکہ جب روایت صحیح سند کے ساتھ ثابت ہوا سے نہ تو عربی قیاس رد کرسکتا ہے اور نہ ہی لغت کا انتشار۔ قراءت ایک متواتر سنت ہے چنانچہ جب قراءت کے آئمہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہوجائے تو اس کا قبول کرنا اور اس کی طرف رجوع کرنا لازمی ہے۔

قراءت کے تین ارکان ہیں۔ 1) عربی کے مطابق ہوا گرچہ نحو کی وجوہات (پہلوؤں) سے صرف ایک وجہ سے ہی کیوں نہ ہو۔ 2) مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق ہوا گرچہ احتمال کے طور پر ہی کیوں نہ ہو۔ 3) سند صحیح ہو۔

بعض علماء نے سند کی صحت کے ساتھ اس کے متواتر ہونے شرط بھی لگائی گئی ہے(9)۔ تواتُر سے مراد وہ قراءت ہے جسے ایک پوری جماعت نے ایک پوری جماعت سے آخری دور تک اس طرح روایت کیا ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کرنا ناممکن ہو۔ چنانچہ تین ارکان میں سے کوئی
ایک رکن بھی کمزور ہوجائے تو اس پر ضعیف، شاذ یا باطل کا حکم لاگو کردیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک قرآنی قراءت عربی لغت کے قواعد کے مطابق صحیح سند کے ساتھ روایت کی گئی ہو لیکن مصاحفِ عثمانیہ رسم الخط کے برخلاف ہو تو اسے شاذ کا نام دیا جائے گا کیونکہ یہ متّفقہ مصحف کے خط سے ہٹ کر ہے اگرچہ اس کی سند صحیح ہے مگر اس کی قراءت نہ تو نماز میں جائز ہے نہ ہی نماز کے علاوہ۔ البتہ جو قراءت مفہوم اور خط عثمانی یا کسی ایک کے بھی مطابق ہو بغیر حوالہ کے تو اسے شاذ نہیں بلکہ مکذوب کا نام دیا جائے گا اور جو اس پر اعتماد کرے گا کفر کا مرتکب ہوگا۔

صحیح متواتر قراءت دس آئمہ کی قراءت ہی ہے کیونکہ اس میں اس کی تمام شرائط و ارکان اکٹھے ہوتے ہیں اس لیے اسے قبول کرنے میں جمہور کا اتفاق ہے(10)۔

یہ دس امام درج ذیل ہیں۔

1۔ نافع مدنی (169ھ)(11) سے روایت کرنے میں قالون (220ھ)(12) اور ورش (197ھ)(13) مشہور ہیں۔

2۔ ابن کثیر (120ھ)(14) سے بزی (250ھ)(15) اور قنبل (291ھ) (16) روایت کرنے میں مشہور ہیں۔

3۔ اُبوعمرو البصری (154ھ)(17) سے دوری (246ھ)(18)اور سوسی (261ھ) (19)روایت کرنے میں مشہور ہیں

4۔ ابن عامر دمشقی (118ھ) (20) سے ہشام(215ھ) (21) اورابن ذکوان (242ھ)(22) روایت کرتے ہیں۔

5۔ عاصم کوفی (129ھ)(23) سے امام حفص (180ھ)(24)اورامام شعبہ(193ھ)(25)روایت کرتے ہیں۔

6۔ حمزہ کوفی(156ھ) (26) سے خلف(229ھ)(27)اور خلّاد (220ھ)(28)روایت کرتے ہیں۔

7۔ امام کسائی کوفی (189ھ)(29) سے اُبوالحارث (240ھ)(30)اوردوری (ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے)روایت کرتے ہیں۔

8۔ امام جعفر مدنی(127ھ) (31) سے ابن وردان(160ھ)(32)اور ابن جماز(170ھ)(33) روایت کرنے میں مشہور ہیں۔

9۔ امام یعقوب بصری (205ھ) (34) سے رویس(238ھ)(35) اور روح(234ھ)(36) روایت کرنے میں مشہور ہیں۔

10۔ خلف البزار(ان کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے) ان سے اسحاق(286ھ)(37)اور ادریس (292ھ) (38)روایت کرنے میں مشہور ہیں۔

اہلِ تفسیر ومعانی نے ان آئمہ کی قراءت کے ثبوت اورلغوی ومعانی طور پران کی توجیہہ کیلئے عربوں کے اشعار سے بھی خدمات حاصل کی ہیں۔ان آئمہ قراء سے متواتر قراءت اوران کی لغوی ومعنوی توجیہہ میں ان کی عربی شاعری سے استشہاد کے چند نمونے بذیل ہیں۔اس سلسلے میں فرا کی معانی القرآن، ابوعبیدہ کی مجاز القرآن، ابن قتیبہ کی تاویل مشکل القرآن، طبری کی تفسیر طبری اور ثعلبی کی تفسیر ثعلبی سے مثالیں پیش کی جائیں گی۔

(1) ﴿فَتُوْبُوْآ اِلٰی بَارِئِکُمْ﴾(39) (سوتم اب اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو۔)

ابوعمرو بصری سے روایت کیا گیا ہے کہ اس نے ''بَاِسکانِ الھمزہ'' کے سکون کے ساتھ ''بارئْکُمْ'' میں ہمزہ وصل کی صورت میں پڑھا ہے اورانہی سے ہی مروی ہے کہ انہوں نے ہمزہ کے کسرہ کو''اختلاس''(ایک تہائی ادائیگی) کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ہمزہ کی حرکت کوسکون دینے یعنی بسکون الھمزہ یااس کے اختلاس کا

سبب صرف تخفیف ہے حالانکہ عربوں کے کلام میں اعراب کی حرکت کا سکون بھی آیا ہے۔ جیسا کہ امرؤ القیس کا شعر ہے۔ ثعلبی درج ذیل اشعار سے استشہاد کرتے ہیں۔

فَالْيَوْمَ أشْرَبْ مُسْتَحْقَبٍ إثْماً مِنَ اللهِ وَلا واغِلِ (40)

اس نے "با" کی حرکت پر سکون لگا دیا۔ ایک اور شاعر کہتا ہے:

اذا اعْوَ جَحْنَ قلتُ صاحِبْ قَوِّمِ بالدوّ أمثال السفين العوم

اس نے "صاحب" میں باء کو ساکن کر دیا جبکہ اس پر ضمّہ ہے اور اصل میں "یاصاحب" ہے باقی ائمہ قراءت نے را کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے صرف ثعلبی نے مذکورہ اشعار سے استشہاد کے ذریعے بہترین توجیہ پیش کی ہے۔ ابوعبیدہ نے نہ تو یہ مفہوم بیان کیا ہے اور نہ ہی استدلال کیلئے کوئی شعر لائے ہیں۔ طبری استشہاد کیلئے نابغہ ذبیانی کا شعر لاتے ہیں:

إلَّا سُلَيْمَانَ إذ قَالَ الْمَلِيْکُ لَه‘ قُمْ فِى الْبَرِيَّةِ فاحْدُدْهَا عَنِ الْفَنْدِ

مزید لکھتے ہیں وقد قيل: إن البرية إنما لم تهمز لأنها فعبلة من البرى ابن قتیبہ تفسیر کیلئے یہ آیت نہیں لائے۔ (41)

(2) ﴿تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوانِ﴾ (42) ((ان کی مخالف قوم کی) امداد کرتے ہو گناہ اور ظلم کے ساتھ)

"تَظٰهَرُوْنَ" ثعلبی لکھتے ہیں کہ امام عاصم، حمزہ اور کسائی نے "ظا" کے ایک زبر اور ایک "تا" کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ اس کی اصل "تتظاهَرُوْنَ" ہے۔ چنانچہ دوسری "تا" کو ایسے ہی حذف کر دیا گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَلاتَّعاوَنُوا﴾ (43) اور ﴿مالَكُمْ لاتَنَاصَرُونَ﴾ (44) میں۔ یعنی دوسرے معنوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس میں فاعل کی "تا" محذوف جبکہ خطاب کی "تا" کو باقی رکھا گیا ہے۔

جن قراء نے "تَظَاهَرُونَ" کو "ظا" کے تشدید یعنی "تَظَّاهَرُونَ" پڑھا ہے تو انہوں نے "تا" کا "ظا" میں ادغام کیا ہے جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ کا فرمان ﴿إثّا قَلْتُمْ﴾ (45) میں ادغام کیا گیا ہے۔ کلام عرب میں "تا" کا حذف بھی آیا ہے۔ صرف ثعلبی بذیل شعر سے اپنی تفسیر میں استشہاد کرتے ہیں:

تَعَاطَسُونَ جميعاً حَولَ دارِكُمْ فَكُلُّكُمْ يابنى حَمّان مزكومُ

یعنی اس شعر میں تتعاطَسُونَ مراد ہے (46)۔ باقی قراء نے "ظا" کے شد کے ساتھ "تَظَّاهَرُونَ"

پڑھا ہے۔ثعلبی نے لفظ"تــظٰهــرونَ" کی توضیح کیلئے مختلف آئمہ قراءت کے اختلاف کوتفصیل سے بیان کیا ہے پھر مزید توضیح کیلئے عربی شاعری سے استدلال بھی کیا ہے تاکہ بات میں مزید تقویت پیدا ہوجائے۔ پھر ثعلبی نے اسی طرح کی قرآن مجید سے اور بھی مثالیں پیش کی ہیں ان پیش کردہ آیات میں بھی آئمہ قراءت کا یہی مذکورہ اختلاف ہے اِس طرح ثعلبی نے اپنے قاری کو مثالوں کے ذریعے بات سمجھانے کی کوشش کی ہے۔فرا اور ابوعبیدہ تشریح کیلئے یہ آیت نہیں لائے۔طبری لکھتے ہیں:

"وقـد اختلف القراء فـي قــراء ة: ﴿تَظٰهَرُوْنَ﴾ فقرأها بعضهم: تظاهرون، على مثال ((تـفـاعـلـون)) مـحذف التاء الزائدة وهي التاء الآخرية . وقرأها آخرون ((تظّاهرون)) فشدّد بتـأويـل ((تتظاهرون))، غير أنهم أدغموا التاء الثانية في الظاء لتقارب مخرجيهما فصيّرو هما ظـاء مشـددـة، وهـاتـان الـقـراء تـان وإن اختـلف ألـفـاظهـمـا فإنهما متفقنا المعنى" طبری نے "تــظـاهـرون" کی قراءۃ کے اختلاف کے حوالہ سے مذکورہ مفہوم بیان کیا ہے۔تاہم کسی شعر سے استشہاد نہیں کیا، ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ اس سے مراد"تتعاولون" ہے۔انہوں نے کسی شعر سے استدلال نہیں کیا۔

فرا سورة البقرة اورسورة الصافات کی آیت تفسیر کیلئے نہیں لائے۔ سورة المائدة کی آیت توتفسیر کیلئے لائے ہیں لیکن اس آیت کے مطلوبہ حصہ کی تشریح نہیں کی۔فرا سورة التوبة کی آیت کی تفسیر میں مذکورہ مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں (تثـاقـلتـم) فـإذا وصلتها العرب بكلام أدغموا التاء في الثاء، لأنها مناسبة لها۔قرآن حکیم سے مختلف مثالیں دینے کے بعد کسائی کے ذیل کے شعر سے استدلال کرتے ہیں:

تُولى الضجع إذا ما أتسافها خصرا عذب المذاق إذا ما أتابع القُبَل

(3) ﴿مَـنْ كَـانَ عَـدُوًّالِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ (47)

(جو (کوئی) شخص خداتعالی کا دشمن ہو اور فرشتوں کا (ہو) اور پیغمبروں کا (ہو) اور جبریل کا (ہو) اور میکائیل کا (ہو) تو اللہ تعالی دشمن ہے ایسے کافروں کا۔)

"جِبْــرِيـل"امام نافع،اَبوجعفر،اَبوعمرو، یعقوب،ابن عامر،اور حفص نے بغیر ہمزہ کے"جیم"اور"را" کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور ابن کثیرؒ نے"جیم" کے فتح اور"راء" کے کسرہ کے ساتھ بغیر ہمزہ کے"جَبْرِيْل" پڑھا ہے اور شعبہ نے"جیم"اور"را" کے فتح کے ساتھ اور اس کے بعد ہمزہ مکسور یعنی"جَبــرَئِيل" پڑھا ہے۔حمزہ، کسائی اور خلف نے"جیم"اور"را"فتحہ کے ساتھ ہمزہ مکسورۃ اور اس کے بعد یاء ساکن"جَبــرَئِيـل" پڑھا ہے۔کلام عرب

میں بھی اس کی مثال ہے۔طبری اور ثعلبی جریر بن عطیہ کے درج ذیل شعر سے استشہاد کرتے ہیں۔

عَبَدُوا الصَّلِيْبَ وَكَذَّبُوْا بِمُحَمَّدٍ　　　وَبِجَبْرَئِيل وكَذَّبُوْا مِيْكالا (48)

ثعلبی درج ذیل اشعار سے استشہاد کرتے ہیں۔حضرت حسان بن ثابت نے کہا:

شَهِدْنا فَمَا يُلَقَّى لَنامِنْ كَتِيبَةٍ　　　مَدَى الدَّهْرِ إلا جَبْرَئيْلُ إمَامَهَا

مذکورہ دونوں اشعار میں "جَبْرَئِيْل" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

ایسے ہی "جِبْرِيْل" جیم اور راء کے کسرہ کے ساتھ بغیر ہمزہ کے عربی شاعری میں آیا ہے۔حسان بن ثابت کا شعر ہے:

وَجِبْرِيْلُ أمينُ اللهِ فينا　　　وَرُوحُ الْقُدُسِ ليس به خفاءُ (49)

اور کعب بن مالک نے کہا:

وَيَومَ بَدْرٍ لَقِيْنَاكُمْ لَنَا مَدَدٌ　　　فِيْهِ معَ النَّصْرِ جِبْرِيْلُ وَمِيْكالُ (50)

ابن جریر طبری لفظ "جِبْرِيل" کی توضیح کیلئے مختلف اقوال نقل کرنے اور جریر بن عطیہ کے شعر سے استشہاد کے بعد لکھتے ہیں کہ "جَبرَئيل" کی قراءت درست نہیں ہے کیونکہ "فعيل" کلام عرب میں موجود نہ ہے مزید وہ کہتے ہیں کہ یہ شائد اًعجمی نام ہے۔بہرحال طبری کے نزدیک "جِبْرِيلْ" جیم کے کسرہ اور ترک ہمزہ کے ساتھ درست ہے۔ جہاں تک ثعلبی کا تعلق ہے تو اس نے "جَبرائيل" کی بابت مختلف سات لغات بیان کی ہیں اور پھر اس نے حسان بن ثابتؓ اور کعب بن مالکؓ کے جو اشعار استشہاد کیلئے پیش کیے ہیں تو ان میں "جِبْرِيل" ہی استعمال ہوا ہے۔ پھر وہ عن شبل عن عبداللہ بن کثیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حدیث رسول میں "جِبرِيل" "بكسر الجيم والراء من غير همز" استعمال ہوا ہے اس لیے یہ صحیح اور مشہور درست ہے اس تفسیر و توضیح میں مفہوم اور موقف طبری اور ثعلبی کا ایک ہی ہے لیکن ثعلبی نے مختصر طور پر اچھے انداز میں قاری کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔فرا، ابن قتیبہ اور ابوعبیدہ تفسیر و تشریح کیلئے سورۃ البقرۃ کی مذکورہ آیت نہیں لائے۔

(4) ﴿إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (51) ((اور) واقعی اللہ تعالیٰ تو (ایسے) لوگوں پر بہت ہی شفیق (اور) مہربان ہیں۔)

"رَءُ وفٌ" اَبوعمرو، یعقوب، حمزہ، کسائی، شُعبہ اور خلف نے "رَءُ وفٌ" کو "واو" حذف کرکے "فَعُلٌ" کے وزن پر پڑھا ہے۔یہ بنواَسد کی لغت ہے۔جبکہ باقی قرّاء نے "فَعُولٌ" کے وزن پر ہمزہ کے بعد

"واؤ" برقرار رکھ کر "رءُ وفٌ" پڑھا ہے۔

عربی شاعری میں "رءُ وْفٌ" ہمزہ کے بعد واؤ اور بغیر واؤ کے دونوں صورتوں میں آیا ہے۔ طبری استشہاد کیلئے ولید بن عقبہ کا درج ذیل شعر لاتے ہیں:

وَشَرُّ الطَّالِبِيْنَ ولاتَكُنْهُ   بِقاتِلِ عَمِّهِ الرَّؤُفُ الرَّحِيمُ

اس شعر میں فَعُولٌ کے وزن پر رؤفٌ آیا ہے۔

ثعلبی درج ذیل اشعار سے استدلال کرتے ہیں

نُطِيعُ رَسُوْلَنا وَنُطِيْعُ رَبًّا   هُوَ الرَّحْمٰنُ كانَ بِنا رؤوفا

مذکورہ دونوں اشعار میں ہمزہ کے بعد واؤ پایا جاتا ہے۔

جریر کہتا ہے:

تَرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ عليكَ حَقًّا   كَفِعْلِ الوالِدِ الرَّؤفِ الرَّحِيْمِ

یہ ہمزہ کے بعد واؤ کے بغیر کی مثال ہے۔

مذکورہ مثالوں پتہ چلتا ہے کہ ثعلبی جاہلی دور کے شعراء کے علاوہ بنوامیہ کے دور کے شعراء سے بھی استشہاد کرتے ہیں(52)۔

اس استدلال واستشہاد میں ثعلبی نے "رؤف" کی بابت لکھا ہے کہ اس میں مختلف تین قراءت ہیں۔ انہوں قراء کے نام کے ساتھ اختلاف قراءت لکھ دی ہیں اور پھر استشہاد کیلئے بھی اشعار پیش کیے ہیں لیکن نتیجے کے طور پر قاری کی سہولت کے لیے انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ کون سی قراءت درست ہے۔ جہاں تک طبری کا تعلق ہے تو اس نے بھی "رؤوف" کی مختلف لغات مثلاً "رَؤُفٌ" (فعل) "رَؤُفٌ" (فَعُولٌ) "رَئِفٌ" (فَعِل) اور "رَافٌ" (فَعلٌ) لکھ دی ہیں لیکن کسی قراءت کے بارے میں یہ نہیں لکھا کہ یہ صائب ہے، جبکہ اکثر قرآنی آیات کی تشریح میں یہ دیکھا گیا ہے کہ طبری مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد جو قول ان کے نزدیک اُولی ہوتا ہے اس کی نشان دہی کر دیتے ہیں۔

ابوعبیدہ "رؤفٌ" کی بابت لکھتے ہیں: فعول من الرأفة وهی أشد الرحمة پھر وہ کمیت کے ذیل کے شعر سے استدلال کرتے ہیں:

وهم الأرافون بالنّاس فی الرأ   فة والأخلمون فی الأحلامِ

ابن قتیبہ تفسیر کیلئے یہ آیت نہیں لائے، فرا مذکورہ آیت تو لائے ہیں لیکن آیت کے مطلوبہ حصہ کی تشریح نہیں کی۔

(5) ﴿قَالَ اَنَا اُحْیِی وَاُمِیْتُ﴾(53) (کہنے لگا کہ میں بھی جلاتا ہو اور مارتا ہوں۔)

اَنَـا اُحْیِ: نافع اور ابو جعفر نے "اَنـا" کی الف کو برقرار رکھ کر "وَصَلاً" ملاتے ہوئے اور "وقفاً" ٹھہر کر پڑھتے ہوئے دونوں صورتوں میں پڑھا ہے جبکہ باقیوں نے "وصل" میں حذف کرکے اور "وقف" میں برقرار رکھ کر پڑھا ہے۔ وصل و وقف دونوں صورتوں میں الف برقرار رکھنا بنو تمیم کی لغت ہے۔ دیگر قبائل وصل میں حذف کرتے ہیں اور وقف میں برقرار رکھتے ہیں۔ چنانچہ نافع اور اَبوجعفر کی قراءت وصل کو وقف کے قائمقام رکھتے ہوئے بنو تمیم کی لغت پر ہے۔

عربوں کے کلام پر "اَنا" کا الف وصل میں بھی برقرار رکھ کر آیا ہے: کسائی کہتا ہے:

أنـــا سَیْـــفُ الْعَشَـرَةَ فَاعْرِفُوْنِی　　　حَـمِیْـدُ قَـدْ تَـــزَرَّیْـــتُ السَنَـــامَـا

ایک اور شاعر کا قول ہے ثعلبی نے اس شعر کی کسی شاعر سے نسبت بیان نہیں کی۔

أنــا عبیــداللّٰہ یمــینــی عــمـــر

خیر قریش من مضــی ومــن غیــر

إلا رسُـول اللّٰہ وَالشیـخُ الأغـــر(54)

ثعلبی عربی شاعری سے استشہاد کے بعد نتیجے کے طور پر لکھتے ہیں کہ "أنا" میں الف وقف کی نیت سے لکھا جاتا ہے اور دراصل "أنا" ہی درست ہے، جس کیلئے انہوں نے عربی شاعری سے استدلال بھی کیا ہے۔

ابو عبیدہ نے ﴿اَنا﴾ سے متعلق وضاحت نہیں کی ہے۔ فرا اور ابن قتیبہ یہ آیت نہیں لائے۔

(6) ﴿وَانْـظُرْ اِلَی الِعَظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ نَکْسُوْھا لَحْماً﴾ (55) (اور (اس گدھے کی) ہڈیوں کی طرف نظر کر کہ ہم ان کو کس طرح ترکیب دیتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھا دیتے ہیں)۔

"نُنْشِزُھا" قتادہ، عطاء، ابوجعفر، شیبہ، امام نافع، ابن کثیر، اَبوعمرو، یعقوب اور ایوب نے "نُنْشِرُھا" رامھملة کے ساتھ پڑھا ہے یعنی نـحَیِّیْہا "ہم اُسے زندہ کرتے ہیں" کہا جاتا ہے "أنشـر الـله المیّت" یعنی انہیں زندہ کیا اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ثُـمَّ اِذَا شَـآءَ اَنْشَـرَهٗ﴾(56) (پھر جب اللہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کردے گا) دوسرے مقام پر ہے ﴿هُـمْ یُـنْشِرُوْنَ﴾(57) (جو کسی کو زندہ کرتے ہوں)۔ ایک اور مقام پر ہے: ﴿بَـلْ کـانُـوا لایَـرْجُوْنَ نُشُوْراً﴾(58) (بلکہ یہ لوگ مر کر جی اٹھنے کا احتمال ہی نہیں رکھتے (یعنی

آخرت کے منکر ہیں)

قرآن میں اس کے علاوہ بھی متعدد مقامات پر ''نشور'' کا لفظ زندہ کرنے کے معنوں میں آیا ہے۔ کلامِ عرب میں بھی اس کی مثالیں ہیں۔ طبری اعشیٰ کے درج ذیل شعر سے استشہاد کرتے ہیں:

حَتّی یَقُوْلَ النّاسُ مِمّا رأوْا یاعَجَبا للمَیّتِ النّاشِر (59)

اس شعر سے ثعلبی نے بھی استدلال کیا ہے۔ طبری اور ثعلبی نے اس شعر کی نسبت اعشیٰ سے بیان کی ہے:

ثعلبی حارثہ بن بدر الغدانی کے ذیل کے شعر سے استشہاد کرتے ہیں:

فَأنْشَرَمَوْتَاهَا وأقْسَطَ بَیْنَهَا فبان وقد ثابت إلیها عقولَهَا

اور باقیوں نے ''نُنْشِزُها'' کو زاء معجم کے ساتھ ''نَرْفَعُها'' کے مفہوم میں پڑھا ہے یعنی ہڈیوں کی طرف دیکھو ہم اُن میں سے کچھ کی طرف زندہ کرنے کے لئے کیسے اٹھاتے ہیں کیونکہ ''نَشْزٌ'' کا مطلب اٹھانا ہی ہے۔ زمین میں اونچی جگہ کو ''نشزٌ'' بھی کہا جاتا ہے۔

اس لفظ کی توضیح کیلئے طبری اور ثعلبی نے مختلف قراء کا نام لے کر اختلافِ قراءت بیان کیا ہے ثعلبی نے دو جبکہ طبری نے ایک شعر سے استشہاد کیا ہے لیکن طبری نے بڑے اچھے انداز میں قاری کو سمجھانے کی کوشش کی ہے طبری کہتے ہیں کہ میرے نزدیک أنشار اور إنشاز کے معنی ملتے جلتے ہیں کیونکہ لأن المعنی الإنشاز: الترکیب والإثبات وردّ العظام من العظام وإرادتها ۔ اور أن الإنشار إذا کان إحیاء فهو بالصواب أولی۔ مذکورہ اشعار میں ''نشور'' زندہ کرنے کے معنوں میں آیا ہے

ابوعبیدہ نے بھی ﴿نُنْشِزها﴾ کا یہی مفہوم بیان کیا ہے لیکن کسی شعر سے استشہاد نہیں کیا۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ ''لأن الإنشار: الإحیاء، والإنشازهو. التحریک للنقل ، والحیاة حرکة، فلا فرق بینهما''.

شاقتکَ من قتله أطلالها بالشط فالوتر إلی حاجر

ابن قتیبہ نے ابوعبیدہ، طبری اور ثعلبی کی مانند ﴿نُنْشِزُها﴾ کا مفہوم ''نُنْشِرُها'' کیا ہے۔ البتہ کوئی شعری شاہد نہیں لائے۔ قرایہ آیت نہیں لائے۔(60)

(7) ﴿وَلا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِي الْکُفْرِ﴾ (61)(اور آپ کیلئے وہ لوگ موجب غم نہ ہونے چاہییں جو جلدی سے کفر میں جا پڑتے ہیں۔)

''وَلا یَحْزُنْکَ'' نافع نے ''یا'' کے ضمہ اور ''زاء'' کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی یُحْزِنْک

کہ یہ رُباعی "أحـــــــزن" کا فعل مضارع ہے۔ جبکہ باقیوں نے یاء کے فتحہ اور زاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے (یَحْزُنک) یہ "حَزِنَ ، ثلاثی مجرد سے فعل مضارع ہے۔ دونوں لغات ہیں "أحْزَنَ" کے بارے میں شاعر نے کہا:

مَـضَـى صَـحْـبِي وأحْـزَنَـنِي الـدِّيـارُ (62)

اس آیت کی تشریح میں صرف ثعلبی نے ایک شعر سے استشہاد کیا ہے اور اپنے قاری کو اچھے انداز میں سمجھانے کی سعی کی ہے۔

ابوعبیدہ اس آیت کا مطلوبہ حصہ تشریح کیلئے نہیں لائے۔ فرااور ابن قتیبہ یہ آیت ہی نہیں لائے۔

(8) ﴿وَمآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ﴾ (63) (اور نہ تم میرے مددگار (ہو سکتے) ہو۔)

حمزہ نے "بِـمُصْرِخِيّ" یاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ نحویوں نے سات آئمہ قرّاء میں سے ایک کی متواتر اور مشہور قراءت کو مسترد کر دیا ہے وہ کہتے ہیں جب یائے اضافت/متکلم سے پہلے ایک ساکن حرف ہو تو اُسے صرف فتحہ کی حرکت دی جاتی ہے۔ ان کا جواب ایسے دیا جا سکتا ہے کہ یاء کے کسرہ کے ساتھ حمزہ کی قراءت نبی کریم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔ نحویوں اور لغویوں کے وضع کردہ پیمانوں سے اُن کا رد ناممکن ہے کیونکہ قرآن کی قراءت ایک متواتر سنت ہے اور جب آئمہ قراءت سے ثابت ہو جائے تو اس کا قبول کرنا لازمی ہوتا ہے۔ یاء کے کسرہ کے ساتھ حمزہ کی قراءت بھی عربوں کی لغت سے باہر نہیں کیونکہ کہا گیا ہے کہ یا کا کسرہ بنو یربوع کی لغت ہے اور اسی لیے اُبوعمرو بن العلاء بصری نے کہا ہے کہ یہ عربوں کی لغت میں جائز ہے، جو لغت، نحو اور قراءت کے امام ہیں اور عرب النسل ہیں۔ انہوں نے اسے جائز قرار دیا اور اس کی تحسین کی ہے کیونکہ یاء کا کسرہ عربوں کے کلام سے ثابت ہے۔ فراء اپنی تفسیر معانی القرآن میں اغلب عجلی کے درج ذیل شعر سے استدلال کرتے ہیں:

قَـــالَ لَهَـــا هَـلْ لكِ يـــاتَـــافِـيِّ قَـــالـتْ لَـــهُ مـــاأنْـتَ بـالـمَـرْضِـيِّ

یعنی "فـى"، لیکن اس نے "فيِّ" یاء کے کسرہ کے ساتھ کہا "یـاتـا"، یعنی اے وہ شخص۔ اور باقیوں نے "مُـصْـرِخِـيَّ" یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا (64)۔ اس مثال میں صرف فراء نے ایک شعر سے استدلال کیا ہے اور اِس پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور مختلف قراء کے اختلاف کو بھی بیان کیا ہے بالخصوص "بِمُصْرِخِيّ" میں یائے متکلم پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ولها أصل في النصب یعنی اصل میں اس "یا" پر نصب ہے۔

ابوعبیدہ یہ آیت تو تفسیر کیلئے لائے ہیں لیکن نہ تو اختلاف قراءۃ کے حوالہ سے کوئی بحث کی ہے اور نہ ہی کوئی شعری شاہد لائے ہیں۔ ابن قتیبہ اسکی تفسیر میں لکھتے ہیں' بکسر الیاء، کأنه ظن أن الباء تخفض

الحروف کله، واتّبعه علی ذلک (حمزۃ)

انہوں نے کسی شعر سے استدلال نہیں کیا۔ثعلبی نے اس آیت کی تشریح میں مختلف قراء کا اختلاف بیان کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ عام قراءۃ کے مطابق یہ "یا" کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جبکہ اَعمش اور حمزہ نے **بکسر الیاء** پڑھا ہے۔تاہم انہوں نے کسی شعر سے استشہاد نہیں کیا ہے۔

(9) ﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِمَّافِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾ (65)(اور(نیز) تمہارے لیے مواشی میں بھی غور درکار ہے(دیکھو) ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون (کا مادّہ) ہے اس کے درمیان میں سے صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے والا دودھ(بنا کر) ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں۔)

نافع،ابن عامر،شعبہ اور یعقوب نے نُون مفتوحہ کے ساتھ "سَقٰی یَسْقِی" سے "نَسْقِیْکُمْ" پڑھا ہے۔اور ابن کثیر،اَبوعمرو،حفص،حمزہ،کسائی اور خلف نے "نُسْقِیْکُمْ" أسْقٰی یُسْقِیْ" سے نون کے ضمّہ کے ساتھ پڑھا ہے دونوں لغات ایک ہی مفہوم میں ہیں۔فراء لبید بن ربیعہ کے درج ذیل شعر سے استدلال کرتے ہیں۔

سَقَی قَوْمِيْ بَنِی مَجْدٍ وأسْقٰی نُمَيْراً والقبائِلَ مِنْ هِلالِ (66)

طبری اور ثعلبی نے بھی مذکورہ شعر سے استشہاد کیا ہے۔بنیادی طور پر طبری اور ثعلبی نے فرا کے تتبع میں اس شعر سے استدلال کیا ہے۔

فرا عرب کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ **فَإذا سَقاک الرّجل ماء لشفتک** تو وہ کہتے ہیں "سَقاہ" اور وہ **أسقاہ** نہیں کہتے تاہم فرا کہتے ہیں کہ کبھی کبھی اہل عرب **سَقٰی** اور **أسقی** دونوں استعمال کرتے ہیں اس کیلئے وہ لبید بن ربیعہ کا مذکورہ شعر لاتے ہیں جبکہ طبری اور ثعلبی واضح طور پر لکھتے ہیں کہ **سَقی** اور **أسقٰی** دونوں ہم معنی ہیں ثعلبی لکھتے ہیں کہ: "**ھما لغتان یدل علیہ قول لبید فی صفۃ السقایۃ**" طبری لکھتے ہیں کہ: "**فجمع اللغتین کلتیھما فی معنی واحد**"(67)

یعنی دونوں ہم معنی ہیں جس پر وہ لبید بن ربیعہ کا شعر **صفۃ السقایۃ** سے متعلق استدلال کے طور پر لاتے ہیں جس میں **سقی أسقی** ایک ہی معنی میں استعمال ہو رہے ہیں طبری اور ثعلبی کی توجیہ زیادہ بہتر ہے۔فرا کہتے ہیں کہ امام نافع،ابن عامر،ابوبکر اور یعقوب نے نَسْقِیْکُمْ کے نون کے فتحہ کے ساتھ جبکہ باقی قراء نے نون کے ضمہ کے ساتھ نُسْقِیْکُمْ پڑھا ہے۔فراء کہتے ہیں کہ اہل عرب **سَقی یَسْقِی** استعمال کرتے ہیں لیکن

بسا اوقات وہ اَسقٰی یُسقی کو بھی لاتے ہیں۔طبری اس سے متعلق مختلف مثالیں اور فرا کا اختلاف لکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ دو لغات جمع ہوئی ہیں اور ان کا مفہوم ایک ہی ہے۔ثعلبی نے فرا اور طبری کے تتبع میں قرا کا وہی اختلاف اور مفہوم بیان کیا ہے اور اسی شعر سے استدلال کیا ہے۔

ابوعبیدہ سورۃ النحل کی مذکورہ آیت تو تفسیر کیلئے لائے ہیں لیکن لفظ نُسْقِیکُمْ پر بحث نہیں کی ہے اور نہ ہی کسی شعر سے استدلال کیا ہے۔ابن قتیبہ یہ آیت ہی نہیں لائے۔

(10) ﴿لٰكِنَّاْهُوَ اللّٰهُ رَبِّي﴾ (68)(لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ یعنی اللہ تعالی میرا رب (حقیقی) ہے۔)

لٰكِنَّا: ابن عامر،اَبوجعفر اور رُویس نے یعقوب سے روایت کر کے نون کے بعد ہمزہ وصل کے ساتھ پڑھا ہے۔جبکہ باقیوں نے ہمزہ وصل حذف کر کے پڑھا۔سب نے وقف کی حالت میں الف کے ثبوت پر اتفاق کیا ہے جبکہ اصل میں "لٰكن أنا" ہے ہمزہ کی حرکت "لٰكِن" کے نون پر ڈالی گئی۔چنانچہ فتحہ کے ساتھ اسے حرکت دی گئی اور ہمزہ حذف کر دیا گیا چنانچہ یہ "لٰكِنَنَا" ہوگیا۔ایک جنس کے حروف اکھٹے ہو گئے۔پہلی نون کو دوسری میں مُدغم کر دیا گیا تو یہ "لٰكِنّا" ہوگیا۔جس نے لكنّا کو وصل میں بإثبات الالف یعنی الف برقرار رکھ کر پڑھا ہے،تو یہ ان لوگوں کی لُغت پر ہے جو کہتے ہیں "أنا قُمْتُ" الف برقرار رکھ کر کہا گیا ہے کہ یہ بنو تمیم کی لغت ہے اور اسی سے حمید بن بحدل (69) کا درج ذیل شعر ہے۔طبری اور ثعلبی نے اس شعر سے استدلال کیا ہے۔

أنا سَيْفُ الْعَشِيْرَةِ فاعْرِفُوْني حُمَيْدًا قد تَذَرَّيْتُ السَّناما

جنہوں نے "لٰكِنّا" میں الف حذف کر کے پڑھا ہے ان کی قراءت پر ابوثروان کا شعر شاہد ہے۔فراء نے اس شعر سے استدلال کیا ہے۔

وَتَرْمِيْنِيْ بالطَّرْفِ أي أنْتَ مُذْنِبٌ وَتَقْلِيْنَنِي لكنَّ إيّاكِ لاأقلِيْ (70)

اس شعر میں شاعر کی مراد "لكن أنا إيّاك لاأقلى" ہے ہمزہ ترک کر دیا گیا اور وہ ایک حرف ہوگیا۔ہمزہ کا حذف ہونا طلب خِفت اور کثرت استعمال کی وجہ سے ہوا اور ایک نون کو دوسرے نون میں مدغم کر دیا گیا۔طبری لکھتے ہیں کہ "أنا" میں الف کو برقرار رکھ کر پڑھنا فصیح کلام میں سے نہیں ہے اور وہ نتیجے کے طور پر لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس ضمن میں اہل عراق کی قراءت صائب اور درست ہے جس میں "لٰكِنّا" میں وصل کی حالت میں الف کو حذف کرنا اور وقف کی حالت میں الف کو برقرار رکھنا ہے۔طبری کی توجیہہ زیادہ بہتر ہے جسے ثعلبی نے بھی اپنایا ہے۔ابوعبیدہ نے کسی شعر سے استشہاد نہیں کیا۔ابن قتیبہ یہ آیت نہیں لائے۔

مذکورہ بالا مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ علم قرأت اصول تفسیر میں سے ایک اہم اصول ہے۔قرآن حکیم کے فہم کے لیے علم قرأت کی معرفت بہت ضروری ہے جس کے فہم میں زمانۂ جاہلیت کی شاعری سے بھی بہت زیادہ استفادہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ اہل عرب کے عقائد وافکار، تہذیب وتمدن، رسوم وبدعات، تاریخی، جغرافیائی، معاشرتی اور سماجی حالات پر نظرِ عمیق کے بغیر ان سے متعلق قرآنی آیات کی صحیح تشریح وتوضیح مشکل ہے۔جاہلی عربی شاعری میں ان موضوعات کی تفصیلات ملتی ہیں۔اس سے مختلف شعبہ ہائے حیات میں ان انقلابی تبدیلیوں کا علم ہوتا ہے جو قرآن حکیم کے ابدی پیغام کی ترویج کے ذریعہ عرب معاشرہ میں پیدا ہوئی۔الغرض عربی شاعری میں زمانہ جاہلیت سے متعلق تفصیلی مواد دستیاب ہے۔فہم قرآن میں اصل اعتماد قرآن حکیم، احادیث نبوی، اور آثارِ صحابہؓ وتابعینؒ پر کرنا ہوگا جن مقامات پر کسی مضمون کی توضیح کلامِ عرب سے ہورہی ہوا، قرآن وسنت اور تفسیر صحابہؓ سے کوئی رہنمائی حاصل نہ ہورہی ہو تو اُسے حقیقی مراد تصور نہ کیا جائے بلکہ ایسے مقامات پر الفاظ کی دلالت اس مفہوم ومضمون پر ظنی ہوگی اور دیگر احتمالات کی بہر حال گنجائش رہے گی۔

حوالہ جات

1۔ القسطلانی، لطائف الاشارات لفنون القراءت، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان، الطبعة الأولی 1420ھ 2000م 1/70، 170

2۔ ابن جزری، منجد المقرئین ص 6-15، القسطلانی، لطائف الاشارات 1/71، 67، ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر، المکتبة التجاریة الکبری مصر تاریخ طباعت درج نہیں ہے 1/9

3۔ النساء 1:4

4۔ الانعام 137:6

5۔ التوبہ 100:9

6۔ آل عمران 184:3

7۔ الفاتحہ 3:1

8۔ القسطلانی، لطائف الاشارات 1/68-67، السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن 1/260، ابن الجزری، منجد المقرئین ص 15، ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر 1/13، 11، 10

9۔ السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن 1/262-259، ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر 1/11-9 و 13، ابن الجزری، منجد المقرئین ص 15، القسطلانی، لطائف الاشارات لفنون القراءت 1/67 و 69

10۔ السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن 1/264، ابن الجزری، منجد المقرئین ص15۔17، القسطلانی، لطائف الاشارات لفنون القراءت 1/69و67و72،75، ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر 1/9

11۔ (ابورویم نافع بن عبدالرحمٰن بن أبی نعیم لیثی قراءت میں اہل مدینہ کے ثقہ صالح امام تھے سیاہ رنگت تھی حسنِ اخلاق کے مالک تھے) ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء 2/334۔330 نمبر 3718، الاصبہانی، المبسوط فی القراءات العشر ص11

12۔ (أبوموسی عیسی بن مینا بن وردان زرقی مدینہ کے قاری تھے) ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء 1/616۔615 نمبر 2509، الاصبہانی، المبسوط فی القراءات العشر ص17۔20

13۔ (ابوسعید عثمان بن سعید بن عبداللہ بن عمرو بن سلیمان بن ابراہیم قرشی اپنے زمانے کے قراء کے سردار تھے) ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء 1/503۔502 نمبر 2090، الاصبہانی، المبسوط فی القراءات العشر ص11۔15۔

14۔ (أبومعبد عبداللہ بن کثیر بن مطلب داری مکی قراءت میں اہل مکہ کے امام تھے) الذہبی، معرفۃ القراء الکبار 1/86 نمبر 34، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء 1/345۔443 نمبر 1852، الاصبہانی، المبسوط فی القراءات العشر، مجمع اللغۃ العربیۃ دمشق 1401ھ 1980م ص20۔21

15۔ (أبوالحسن أحمد بن محمد بن عبداللہ بن قاسم مکی مکہ کے قاری اور مسجد حرام کے مؤذن تھے) الذہبی، معرفۃ القراء الکبار 1/173 نمبر 77، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء 1/120۔119 نمبر 553، الاصبہانی، المبسوط فی القراءات العشر ص24۔26

16۔ (أبوعمر محمد بن عبدالرحمٰن بن خالد بن محمد بن سعید بن جرجۃ مخزومی حجاز میں شیخ القراء تھے) الذہبی، معرفۃ القراء الکبار 1/230 نمبر 129، ابن الجزری، غاية النهاية فی طبقات القراء 2/166۔165 نمبر 3115

17۔ (زبان بن العلاء بن عمار بن العریان بن عبداللہ تمیمی مازنی قراءت میں اہل بصرہ کے امام تھے اور قراء سبعہ میں سے ہیں۔) الذہبی، معرفۃ القراء الکبار 1/100 نمبر 39، ابن الجزری، غاية النهاية فی طبقات القراء 1/288 نمبر 1283

18۔ (أبوعمر حفص بن عمر بن عبدالعزیز بن صہبان بغدادی ہیں)، ابن الجزری، غاية النهاية فی طبقات القراء 1/257۔255 نمبر 1159، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار 1/191 نمبر 87، الاصبہانی، المبسوط فی القراءات العشر ص30،67

19. (أبو شعيب صالح بن زياد بن عبدالله بن اسماعيل الرّستُبی)، ابن الجزری، غاية النهاية فی طبقات القراء 1/333.332 نمبر 1446، الذهبی، معرفة القراء الكبار 1/193 نمبر 88،

الاصبهانی، المبسوط فی القراء ات العشر ص33

20۔ (أبوعمران بن عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعہ الیحصبی قراءۃ میں اہل شام کے امام تھے)، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء1/ 425۔423 نمبر1790، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار1/ 82 نمبر33، الاصبہانی، المبسوط فی القراءات العشر ص38۔40

21۔ (ابوالولید ہشام بن عمار بن نصیر بن میسرۃ السامی اہل دمشق کے قاری، خطیب، محدث اور مفتی تھے)، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار1/ 195 نمبر91، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء2/ 356۔354 نمبر3787۔

22۔ (أبوعمرو عبداللہ بن أحمد بن بشیر بن ذکوان دمشقی شام میں شیخ الاقراء تھے، جامع دمشق کے امام تھے)، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء1/ 405۔404 نمبر1720

23۔ (ابوبکر عاصم بن بَہْدلة أبی النَّجُو داسدی ثقہ محدث اور کوفہ مین قراءۃ کے امام تھے قراء سبعہ میں سے تھے)، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار 1/ 88 نمبر35، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء1/ 349۔346 نمبر1496، الاصبہانی، المبسوط فی القراءات العشر ص41

24۔ (أبوعمر حفص بن سلیمان بن مغیرہ اسدی کوفی ثقہ قاری تھے)، الذہبی، معرفة القراء الكبار 140/1 نمبر52 ، ابن الجزری، غاية النهاية فی طبقات القراء1/255.254نمبر1158، الاصبهانی، المبسوط فی القراء ات العشر ص 53.

25. (ابوبکر شعبه بن عیاش بن سالم اسدی کوفی کثیرالعلم والعمل تھے اور قراء ۃ میں امام تھے)، الذهبی، معرفة القراء الكبار 134/1نمبر50، ابن الجزری، غاية النهاية فی طبقات القراء1/327.325نمبر 1321

26۔ (أبوعمارۃ حمزہ بن حبیب بن عمارۃ بن اسماعیل کوفی حافظ الحدیث اور علم قراءۃ میں امام تھے قراء سبعہ میں سے ہیں)، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار1/ 111 نمبر43، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء1/ 263۔261 نمبر1190، الاصبہانی، المبسوط فی القراءات العشر ص57۔63و68

27۔ (ابومحمد خلف بن ہشام بن ثعلب بن خلف اور خلف بن ہشام بن طالب بن غراب بزار بغدادی بھی کہا گیا ہے۔ یہ ثقہ عابد، فاضل اور قاری تھے قراء عشرہ میں سے ہیں)، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار1/ 208 نمبر103، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء1/ 274۔272 نمبر1235

28۔ (أبوعیسی خلاّد بن خالد شیبانی کوفی ثقہ قاری تھے)، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار1/ 210 نمبر104، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء1/ 275۔274 نمبر1238، الاصبہانی، المبسوط فی القراءات العشر ص66

29۔ (أبوالحسن علی بن حمزہ بن عبداللہ بن بہمن بن فیروز اسدی کوفہ میں حمزہ کوفی کے بعد سب سے بڑے قاری ہیں)، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار 1/120 نمبر45، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء1 /540۔535 نمبر2212، الاصبہانی، المبسوط فی القراءت العشر ص69۔

30۔ (لیث بن خالد بغدادی ثقہ قاری تھے)، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار1 /211 نمبر105، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء2 /34، نمبر2637، الاصبہانی، المبسوط فی القراءات العشر ص71۔73

31۔ (یزید بن قعقاع مخزومی مشہور تابعی اور قراءۃ میں امام ہیں قراء عشرہ میں سے ہیں)، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار1 /72 نمبر28، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء2 /284۔382 نمبر3882

32۔ (أبوالحارث عیسی بن وردان مدنی)، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار1 /111 نمبر42، ابن الجزری، غاية النهاية فی طبقات القراء1 /616 نمبر2510

33۔ (أبوالربیع سلیمان بن سالم بن جماز مدنی)، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء1 /315، نمبر1387

34۔ (أبومحمد یعقوب بن اسحاق بن زید بن عبداللہ حضری اپنے زمانہ میں اہل بصرہ کے قراءۃ میں امام تھے)، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء2 /389۔386 نمبر3891

35۔ (أبوعبداللہ محمد بن التوکل بصری ثقہ قاری تھے)، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار216/1 نمبر112، ابن الجزری، غـــایۃ الـنـہــایۃ فی طبقات القراء2 /235۔234 نمبر3389، الاصبہانی، المبسوط فی القراءت العشر ص 77۔79، 81۔82۔

36۔ (أبوالحسن روح بن عبدالمؤمن نحوی بصری مشہور ثقہ قاری تھے)، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار1 /214 نمبر109، ابن الجزری، غاية النهاية فی طبقات القراء1 /285 نمبر1273، الاصبہانی، المبسوط فی القراءات العشر ص80۔81

37۔ (أبویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن عثمان بن عبداللہ مروزی بغدادی)، ابن الجزری، غاية النهاية فی طبقات القراء1 /155 نمبر723، الاصبہانی، المبسوط فی القراءت العشر ص83۔85۔

38۔ (أبوالحسن ادریس بن عبدالکریم حداد بغدادی ثقہ امام تھے)، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار1 /254 نمبر162، ابن الجزری، غاية النهاية فی طبقات القراء1 /154 نمبر717

39۔ البقرۃ2:54

40۔ دیوان امرؤالقیس ص122 صدر البیت یہ ہے

یادارَ ماویّة بالحائِلِ　　　　فالسَّحبُ فالخَبْتَیْن من عاقل

41۔ الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن1 /118، ابوعبیدہ، مجاز القرآن41/1، الطبری، جامع البیان عن

تاویل آی القرآن 375/1

42۔ البقرہ 85:2

43۔ المائدۃ 2:5

44۔ الصافات 25:37

45۔ التوبہ 38:9

46۔ الثعلبی ،الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 1/ 148،الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 512/1،ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن ص216،الفرا، معانی القرآن 300/1، 437-438

47۔ البقرۃ 93:2

48۔ جریر نے اخطل کی ہجو میں ایک قصیدہ کہا تھا یہ شعر اسی قصیدہ میں سے ہے۔صدر البیت یہ ہے:

حيَّ الغداة برامة الأطلالا رسمـاً تحمّل أهـلُه فـأحالا

49۔ دیوان حسان بن ثابت (شرح الأستاذ عبدأمہنّا) دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، الطبعۃ الأولی 1406م ص 17،20 دیوان میں شعر اس طرح ہے:

وَجِـبْـرِيـلُ رَسـولُ اللّٰهِ فـينـا وَروح القدسِ لَيْسَ له كِفاءُ

صدر البیت یہ ہے:

عَفَتْ ذَاتُ الأصابعِ فالجواءُ إلى عذراء مَنْزِلُهَا خَـلاءُ

50۔ الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 1/ 560۔559، الثعلبی ،الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 1/ 159۔158

51۔ البقرۃ 143:2

52۔ الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 2/ 761۔760، الثعلبی ،الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 1/ 206،ابوعبیدہ، مجاز القرآن 59/1،الفرا، معانی القرآن 83/1

53۔ البقرۃ 258:2

54۔ الثعلبی ،الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 1/ 428، ابوعبیدہ، مجاز القرآن 79/1

55۔ البقرۃ 259:2

56۔ عبس 22:80

57۔ الانبیاء 21:21

58۔ الفرقان 40:25

59۔ دیوان أعشٰی ص 92، أعشٰی کا یہ شعر اُس قصیدے میں سے ہے جس میں اس نے عامر بن طفیل کی مدح کہی اور علقمہ بن علاثہ کی ہجو کہی صدر البیت یہ ہے:

60۔ الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 3/1577۔1576، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 1/435۔434، ابوعبیدہ، مجاز القرآن 80/1، ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن ص 33، 31

61۔ آل عمران 186:3

62۔ اس شعر کی کسی کی طرف نسبت نہیں کی گئی۔ الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 2/197، ابوعبیدہ، مجاز القرآن 108/1

63۔ ابراہیم 22:14

64۔ الفراء، معانی القرآن 2/76۔75، ابوعبیدہ، مجاز القرآن 339/1، ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن ص 44، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 462/3

65۔ النحل 66:16

66۔ دیوان لبید بن ربیعہ ص 93 قصیدہ کا مطلع یہ ہے

إلا لعينيک أم مالها لقد أخضل الدمع سربالها

67۔ الفرا، معانی القرآن 2/108، الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 8/5315۔5314، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 3/523، ابوعبیدہ، مجاز القرآن 362/1

68۔ الکہف 38:18

69۔ حمید بن حریث بن بحدل بنی کلب سے ہے۔

70۔ الفرا، معانی القرآن 2/145۔144، الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 9/5676۔5675، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 4/121۔120، ابوعبیدہ، مجاز القرآن 403/1